THE SCHOLAR
Islamic Academic Research Journal
ISSN: 2413-7480(Print) 2617-4308 (Online)
DOI:10.29370/siarj
Journal home page: http://siarj.com

بین الاقوامی قانونِ انسانیت اور اسلام : ایک تقابلی مطالعہ

INTERNATIONAL HUMANITARIAN LAW & ISLAM A COMPARATIV STUDY

1. Muhammad Saeed Sheikh

Assistant Professor, Modern Centre of Excellence in Islamic Learning, The Islamia University of Bahawalpur. Bahawalpur, Pakistan.

Email : saeed.sheikh@iub.edu.pk

ORCID ID:

https://orcid.org/0000-0003-4267-0718

2. Hussain Muhammad

Assistant Professor/ Chairman, Department of Islamic Studies & Research, University of Science & Technology, Bannu. Pakistan

Email: dr.husmuhammad@gmail.com

ORCID ID:

https://orcid.org/0000-0002-1467-7034

To cite this article:
Sheikh, Muhammad Saeed, and Hussain Muhammad. "URDU-INTERNATIONAL HUMANITARIAN LAW & ISLAM A COMPARATIV STUDY." *The Scholar-Islamic Academic Research Journal* 5, No. 1 (February 25, 2019): 1–18.
To link to this article: https://doi.org/10.29370/siarj/issue8ar1

Journal	The Scholar Islamic Academic Research Journal Vol. 5, No. 1 || January -June 2019 || P. 01-18
Publisher	Research Gateway Society
DOI:	10.29370/siarj/issue8ar1
URL:	https://doi.org/10.29370/siarj/issue8a1
License:	Copyright c 2017 NC-SA 4.0
Journal homepage	www.siarj.com
Published online:	2019-02-28

BY NC SA
Open Access

بین الاقوامی قانونِ انسانیت اور اسلام : ایک تقابلی مطالعہ

INTERNATIONAL HUMANITARIAN LAW & ISLAM A COMPARATIV STUDY

Muhammad Saeed Sheikh, Hussain Muhammad

ABSTRACT:

International Humanitarian Law is the part of International Law and is applicable only at the time of armed conflicts. It is known as the law of war or the law of armed conflicts as well. It is the collection of the laws which, on humanitarian grounds, limit not only the war effects but promise security to the civilians/non-combatants also. The aim of IHL is to minimize the human sufferings by disciplining the war activities. These laws were compiled in 1949 under Geneva Conventions whereas Islam had taught the same war values to its followers fourteen hundred years ago. The Muslim Jurisprudents compiled the rules of armed conflicts under the titles of "Al Jehād, Al Siyar, Al Maghāzī, Aḥkām o Ahle Dhimma, Al Khirāj and Al Siyasat Al Shari'h", though the term of International Humanitarian Law was never used by them. They were truly the first in introducing the concept and application of IHL during war times. The most prominent jurisprudent was Muhammad Bin Hassan Al Shaibāni who wrote Al Siyar al Ṣaghīr and Al Siyar al Kabīr in war values. This brief article compares IHL with Islamic war values envisioned centuries ago.

Keywords: IHL, Laws of War, Laws of Armed Conflicts, Ilam o Siyar, Islamic War Values.

کلیدی الفاظ: بین الاقوامی قانونِ انسانیت، قانون جنگ، قانونِ مسلح تصادم، علم السیر، اسلامی جنگی اخلاقیات.

بین الاقوامی قانونِ انسانیت کا تعارف:

بین الاقوامی قانون انسانیت (International Humanitarian Law) بین الاقوامی قانون کا حصہ ہے، جس کا اطلاق صرف مسلح تصادم پر ہوتا ہے۔ اس کو قانونِ جنگ (Law of War) یا مسلح تصادم کا قانون (Law of Armed Conflict) بھی کہتے ہیں۔ IHL کا عام فہم مفہوم یہ ہے کہ اگر ریاستوں کے مابین یا ایک ہی ریاست میں کوئی مسلح تصادم یا جنگ شروع ہو جائے تو وہ جنگ کیسے لڑی جائے گی؟ جنگی آداب کیا ہوں

گے ؟ کن ہتھیاروں کا استعمال جائز ہو گا اور کون سے ہتھیار ممنوع رہیں گے ؟ الغرض یہ اُن قوانین کا مجموعہ ہے جو کسی بھی مسلح تصادم میں انسانی ہمدردی کی بنا پر نہ صرف جنگی اثرات کو محدود کرتے ہیں بلکہ اُن افراد کو زندگی کے تحفظ کی بھی ضمانت دیتے ہیں، جو جنگ میں شریک نہ ہوں یا جنگ میں مزید حصہ نہ لینا چاہتے ہوں۔ IHL کا مقصد (انسانی) مشکلات کو کم کرنے کے لیے جنگی کاروائیوں کو منظم کرنا ہے۔[1]

اس قانون کا مقصد مسلح تصادم کی صورت میں جنگ میں حصہ نہ لینے والے عام شہریوں کی حفاظت کو یقینی بنانے کے ساتھ ساتھ جنگ میں شریک افراد کے بھی کم سے کم جانی نقصان کو یقینی بناتے ہوئے جنگی اثرات کو محدود سے محدود کرنا، مثلاً جنگی قیدیوں کے ساتھ غیر انسانی سلوک سے روکنا، انھیں زندگی کا تحفظ فراہم کرنا، زخمیوں کی دیکھ بھال اور انھیں ہسپتال منتقل کرنا، جنگ میں مزید حصہ نہ لینے والوں اور سرنگوں کرنے والوں کی حفاظت کو یقینی بنانا، جنگ میں کام آنے والی انسانوں جانوں کے احترام و وقار کو یقینی بناتے ہوئے میتوں کو بے حرمت ہونے سے بچانا وغیرہ وغیرہ بین الاقوامی قانون انسانیت کے مقاصد ہیں۔

بین الاقوامی قانونِ انسانیت اور بین الاقوامی قانونِ حقوقِ انسانی کے مابین فرق

بین الاقوامی قانون انسانیت (IHL) اور بین الاقوامی قانونِ حقوقِ انسانی (International Human Rights Law) یہ دو الگ الگ قوانین کے مجموعہ ہیں۔ دونوں مجموعہ ہائے قوانین کا مقصد مختلف زاویوں سے انسانی زندگی ، صحت اور وقار کی حفاظت کو یقینی بنانا ہے۔ دونوں قوانین کا مقصد انسانی زندگی کو تحفظ فراہم کرنا اور انسانیت کے خلاف تشدد یا ظالمانہ سلوک کو روکنا ہے، مگر IHL کا اطلاق صرف مسلح تصادموں میں ہوتا ہے، خواہ وہ بین الاقوامی ہوں یا غیر بین الاقوامی، مثلاً جنگ کیسے کی جائے، مقاتل اور جنگی قیدی کی حیثیت کیا ہو گی، اثنائے جنگ عام شہریوں کو زندگی کا تحفظ کیسے حاصل ہو گا وغیرہ وغیرہ، یہ تمام اُمور بین الاقوامی حقوق انسانی IHRL کے دائرہ کار سے باہر ہیں، جب کہ IHRL کا اطلاق عام طور پر حالتِ امن میں ہوتا ہے، جیسے زندگی کا تحفظ، ملکیت کا حق، اظہارِ رائے کی آزادی، اسمبلی میں جانے اور ووٹ کا حق، یہ تمام اُمور بین الاقوامی قانونِ انسانیت کے دائرہ کار سے خارج ہیں۔

[1] Unesco, *International Dimensions of Humanitarian Law*, xix.

اسلامی بین الاقوامی قانونِ انسانیت

''بین الاقوامی قانونِ انسانیت'' مسلح تصادم کے دوران فریقین کو جن اصول وضوابط کا پابند بناتا ہے، اسلام نے اپنے روزِ اوّل سے ہی اپنے ماننے والوں کو عطا کیے ہیں۔ مسلم مفکرین نے اسلامی فقہ کے آغاز میں ہی بین الاقوامی مسلح تصادم کے ضابطوں کو بھی 'الجہاد، السیر، المغازی، احکام اہل الذمہ، الخراج اور السیاسۃ الشرعیۃ' کے عناوین کے تحت قرآن وسنت کی روشنی میں مدوّن کیا، اگرچہ القانون الدولی الانسانی کی اصطلاح استعمال نہیں کی۔ بلاشبہ مسلم مفکرین اِس قانون کے موجد ہیں، جن میں نمایاں نام صاحب سیر الصغیر وسیر الکبیر امام محمد بن حسن الشیبانی کا ہے۔

بین الاقوامی قانونِ انسانیت کی تاریخ

جنگوں کے حوالے سے انسانی تاریخ اتنی ہی قدیم ہے، جتنی خود انسان کی۔ مہذب اقوام کے درمیان کسی نہ کسی شکل میں جنگی اصول وضوابط صدیوں سے چلے آرہے ہیں، جنھیں ہم عرف (Customs) سے تعبیر کر سکتے ہیں، جو اگرچہ مدوّن شکل میں تو نہ تھے، مگر مہذب معاشرے اُن کو احترام کی نظر سے دیکھتے اور اُن پر عمل پیرا ہوتے۔ ان جنگی قوانین کی تدوین (Codification) کے اعتبار سے ''انسان کی عظیم کامیابیوں میں سے ایک بین الاقوامی قانونِ انسانیت (International Humanitarian Law) ہے، جس کی داغ بیل انیسویں صدی کے وسط میں ڈالی گئی''[2]۔ 1859ء کی جنگِ سلفرینو اِس قانون کی اساس بنی، جب سوئیزرلینڈ کے تاجر جین ہنری ڈوناٹ (1828- 1910ء) (Jean-Henry Dunant) اپنے ایک سفر میں شمالی اٹلی کے گاؤں سلفرینو (Solferino) میں پہنچے، جہاں فرانسیسیوں اور اطالویوں کی آسٹریا کے لوگوں سے جنگ ہو رہی تھی۔ ڈوناٹ انسانوں کے قتل عام سے خوف زدہ ہو گئے۔ انھیں مقتولین کی بنسبت اُن ہزاروں زخمیوں کے بارے میں تشویش لاحق تھی، جو وہاں بے یار ومددگار پڑے تھے، ان کے جسموں سے خون بہہ رہا تھا اور کئی شدت پیاس سے مر رہے تھے۔ زخمیوں کی مرہم پٹی کے لیے کوئی انتظام نہ تھا۔ ڈوناٹ نے چند مقامی عورتوں، سیاحوں اور ایک یا دو ڈاکٹروں کی مدد سے زخمیوں کو مقدور بھر اپنی خدمات مہیا کیں۔ اس جنگ نے ڈوناٹ پر گہرے اثرات چھوڑے، بعد

[2] Clapham and Gaeta, *The Oxford Handbook of International Law in Armed Conflict*, 3.

ازاں اُس نے اِس جنگ کی یاد داشتوں کے حوالے سے ایک کتاب A Memory of Solferino بھی لکھی۔اس جنگ کی وجہ سے 1863ء میں سوئٹزر لینڈ کے شہر جنیوا میں ڈوناٹ نے بین الاقوامی کمیٹی برائے صلیب احمر(International Committee of the Red Cross) کے قیام میں اہم کردار ادا کیا۔اس کمیٹی کی کدوکاوش سے 1864ء میں پہلا جنیوا معاہدہ معروض وجود میں آیا، جس کا مرکزی نکتہ جنگ کے زخمیوں اور بیماروں کی دیکھ بھال اور اُن کا تحفظ تھا۔اس معاہدے کی فوری توثیق سوئٹزر لینڈ، بلجیئم، ڈنمارک، فرانس، اٹلی اور نیدر لینڈ نے کی[3]۔1864ء کا یہی کنونشن بین الاقوامی قانونِ انسانیت کا نکتہ آغاز ہے۔

بین الاقوامی قانونِ انسانیت کے مصادر

بین الاقوامی قانونِ انسانیت کی بنیاد رواج اور بین الاقوامی معاہدات پر ہے، جنھیں بالترتیب Customary Law اور Conventional Law کہتے ہیں۔ثانی الذکر کے اہم ترین مآخذ جنیوا اور ہیگ کے معاہدات ہیں، جو بین الاقوامی تعامل اور صدیوں سے چلے آئے جنگی اصولوں اور روایات پر مبنی ہیں۔ان دو معاہدات کے علاوہ کچھ دیگر وثائق و معاہدات بھی IHL کا مصدر و ماخذ ہیں، مگر سب سے زیادہ اہمیت جنیوا اور ہیگ کے کنونشنز کو حاصل ہے۔ذیل میں ہم ہر دو معاہدات کا مختصر تعارف پیش کرتے ہیں۔

جنیوا معاہدات

1864ء کے پہلے جنیوا معاہدے سے لے کر 1977ء کے دو اضافی پروٹوکولز تک کئی مراحل سے گزرنا پڑا۔دس دفعات پر مشتمل 1864ء کا جنیوا معاہدہ بری جنگوں میں زخمیوں کو طبّی امداد دینے کے لیے تھا۔یہ اپنی نوعیت کا پہلا معاہدہ تھا، اسی وجہ سے بین الاقوامی قانونِ انسانیت کے آغاز کے طور پر اس کا ذکر کیا جاتا ہے۔اس پہلے معاہدے کے ضمیمے کے طور پر 1906ء میں جنیوا میں 33 دفعات پر مشتمل ایک معاہدہ ہوا، جس کا مقصد میدانِ جنگ میں زخمیوں اور مریضوں کی حفاظت کے ساتھ ساتھ اُن کی حالت کو بہتر بنانا تھا۔وقت کے ساتھ ساتھ جنگی طریقوں میں بھی سفاکیت بڑھنے لگی، جس کی نمائندہ مثال جنگ عظیم اوّل ہے۔اس جنگی سفاکیت کو محدود کرنے کے لیے 1925ء میں جنگوں میں زہریلی گیسوں اور جراثیمی (Bacteriological) جنگی طریقوں کے امتناع کے لیے ایک

[3] Neier, *The International Human Rights Movement*, 119.

پروٹوکول کی توثیق کی گئی۔ 1929ء میں جنیوا میں دو مزید معاہدات ہوئے، پہلا معاہدہ بری جنگوں میں زخمیوں کی حالت بہتر بنانے اور دوسرا بحری جنگی آداب اور جنگی قیدیوں سے متعلق تھا۔ جنگی قیدیوں کی حفاظت اور بہتری کے حوالے سے یہ بین الاقوامی سطح پر اوّلین باقاعدہ کوشش تھی۔ دوسری جنگ عظیم کے نتیجے میں جنگجوؤں اور عام شہریوں کو جن مصائب کو جھیلنا پڑا اور جن مشکلات کا سامنا کرنا پڑا وہ انسانی جنگی تاریخ کا سیاہ ترین باب ہے۔ دوسری جنگ عظیم کے بعد 21 اپریل سے 12 اگست 1949ء میں سوئٹزرلینڈ کے شہر جنیوا میں ایک ڈپلومیٹک کانفرنس کا انعقاد کیا گیا، جس میں جنیوا کے چار معاہدات کی تخلیق و توثیق کی گئی، جو بین الاقوامی قانونِ انسانیت کا اصل الاصول ہیں۔ انھیں اپنے ارتقا کی معراج کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ جنگی قوانین کی ایک مکمل اور جامع دستاویز تیار ہوئی۔ جنیوا معاہدات کے اطلاق سے عام طور پر یہی چار معاہدات مراد ہوتے ہیں۔

اِن چاروں جنیوا کنونشنز کا مرکزی نقطہ متاثرینِ جنگ کی حفاظت اور حمایت ہے۔ پہلا کنونشن زمینی مسلح تصادم میں بیماروں اور زخمیوں کی حالت کو بہتر بنانے کے لیے، جب کہ دوسرا کنونشن بحری مسلح تصادم میں بیماروں، زخمیوں اور ڈوبنے والوں کی حفاظت اور حمایت پر مبنی قوانین پر مشتمل ہے۔ تیسرا معاہدہ جنگی قیدیوں کے ساتھ انسانی سلوک اور زندگی کے تحفظ کے لیے، جب کہ چوتھا معاہدہ عام شہریوں کی حفاظت کے قوانین پر مشتمل ہے۔ 1977ء میں اِن چار معاہدات کے ساتھ دو مزید اضافی پروٹوکول ملحق کیے گئے۔ پہلا اضافی معاہدہ بین الاقوامی مسلح تصادم (international Armed Conflict) کے بارے میں ہے۔ اس معاہدے کی اہم بات یہ ہے کہ اس میں آزادی کے لیے لڑی جانے والی جنگوں کو 'بین الاقوامی مسلح تصادم' کی حیثیت دی گئی ہے۔ دوسرا اضافی معاہدہ غیر بین الاقوامی مسلح تصادم (Non-International Armed Conflict) میں متاثرین کی حفاظت کے بارے میں ہے۔

ہیگ معاہدات

ہیگ معاہدات کا آغاز پہلی ہیگ امن کانفرنس کے ذریعے ہوا تھا، جو آخری روسی حکمران نکولس ثانی (Tsar Nicholas II) کی کوششوں سے 18 مئی سے 29 جولائی 1899ء تک جنگی سازوسامان کو محدود کرنے کی غرض سے ہیگ (نیدرلینڈ) کے مقام پر انعقاد پذیر ہوئی، جس میں 26 ریاستوں کے نمائندگان نے شرکت کی۔ کانفرنس کا ایجنڈا وسیع ہوگیا اور اس میں جنگی قوانین وضوابط کو بھی شامل کرلیا گیا، بالخصوص بحری جنگوں کے

قوانین وغیرہ۔ پھر 1907ء کے متعدد ہیگ کنونشنز، جو سابقہ معاہدات میں ترمیم واضافہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ جنیوا معاہدات مسلح جنگوں اور متاثرین جنگ کی حمایت کے بارے میں ہیں، جب کہ ہیگ معاہدات جنگ کے طور اور طریقوں سے بحث کرتے ہیں۔ 1977ء کے اضافی معاہدات میں ان دونوں مجموعہ ہائے قوانین کو یکجا کر دیا گیا ہے۔ قوانینِ مسلح تصادم کے حوالے سے جنیوا اور ہیگ کے معاہدات ہی مرکزی اہمیت رکھتے ہیں۔ ان کے علاوہ بھی معاہدات ہیں، مثلاً 1856ء کا اعلان پیرس، 1868ء کا اعلانِ سینٹ پیٹرز برگ، 1936ء کا لندن پروٹوکول وغیرہ، مگر جو جامعیت جنیوا اور ہیگ کے معاہدات میں ہے وہ دیگر میں نہیں پائی جاتی۔[4] ان معاہدات کے علاوہ متحارب بین پر لازم ہے کہ وہ جنگی اخلاقیات کے حوالے سے بین الاقوامی تعامل اور عرف کی بھی پابندی کریں۔ بین الاقوامی تعامل یا عرف بھی بین الاقوامی قانونِ انسانیت کا اہم مصدر ہے۔ اگر جنگ کے کسی فریق نے ماقبل مذکور معاہدات کی توثیق نہ بھی کی ہو، تب بھی اُس پر بین الاقوامی تعامل یا عرف پر عمل کرنا واجب ہے۔

اعلانِ جنگ

مغربی دنیا میں 1907ء کے ہیگ معاہدہ 3 میں پہلی بار "اعلانِ جنگ" (Declaration of War) کو ضروری قرار دیا گیا۔ تکنیکی اعتبار سے جنگ کا آغاز اعلانِ جنگ سے ہوتا ہے۔ بین الاقوامی قانون کی رو سے دو متحارب بین کے درمیان حالتِ جنگ کے وجود کی صریح تاکید 'اعلانِ جنگ' سے ہوتی ہے، جس سے مراد کسی بھی ریاست کے بااختیار آئینی ادارے کا رسمی طور پر جنگ کا اعلان کرنا ہے، جس میں جنگ کی نوعیت کی صراحت کے ساتھ دشمن کی بھی تخصیص ہوتی ہے[5]۔ بین الاقوامی قانونِ انسانیت یہ لازم کرتا ہے کہ واضح انتباہ کے بغیر کوئی جنگ شروع نہ کی جائے، خواہ وہ انتباہ اعلانِ جنگ سے ہو یا جنگ کی وجوہات بیان کرنے سے یا پھر مشروط اعلانِ جنگ کی دھمکی سے۔ اسی طرح یہ قانون جنگجوؤں پر لازم کرتا ہے کہ غیر جانب دار ریاستوں کو جنگی اثرات سے محفوظ کرنے کی لیے حالتِ جنگ کی موجودگی کی اطلاع بلاتاخیر دیں[6]۔

[4] Laws of war, specially the text of Geneva Conventions & Hague Conventions, writing this dissertation, I have relied on the book '*Documents on the Laws of War*'. Please see: Roberts and Guelff, *Documents on the Laws of War*.
[5] Dinstein, *Aggression and Self-Defence*, 30.
[6] See for details: First and second article of The Hague Convention III of 1907.

جنگ سے پہلے 'اعلانِ جنگ' اسلامی جنگی آداب کا جزوِ لاینفک ہے، جس پر ہر دور میں عمل ہوتا آیا ہے۔ دشمن کو اولاً اسلام کی دعوت دی جاتی ہے، اگر وہ قبولِ اسلام سے انکار کر دے تو پھر جزیہ کا مطالبہ کیا جاتا ہے۔ اگر دشمن جزیہ دینا بھی قبول نہ کرے تو پھر اُسے کہا جاتا ہے کہ جنگ کے لیے تیار ہو جاؤ۔

مقاتلین و غیر مقاتلین کے مابین امتیاز

بین الاقوامی قانونِ انسانیت کا ایک اہم اصول مقاتل اور غیر مقاتل کے درمیان امتیاز ہے ((Distinction Between Combatants and Non-Combatants))، کہ جنگ کا ہدف صرف اور صرف جنگ میں باقاعدہ حصہ لینے والے افراد یعنی مقاتلین ہوں نہ کہ غیر مقاتلین۔[7] غیر مقاتلین یعنی جنگ میں حصہ نہ لینے والوں کو جنگ میں تحفظ فراہم کرتے ہوئے جنگی اثرات کو صرف اور صرف محاربین تک محدود رکھا جائے۔ جنگی قوانین کی رو سے قانوناً مقاتلین (Lawful Combatants) کا حقیقی اطلاق ریاست کی باقاعدہ افواج (Regular Forces) پر ہوتا ہے[8]۔ اگر کوئی متحارب گروہ اثنائے جنگ کسی نیم فوجی تنظیم یا پولیس یا قانون نافذ کرنے والے مسلح ادارے کو اپنی باقاعدہ فوج میں شامل کرنا چاہے تو بین الاقوامی قانونِ انسانیت کی رو سے وہ فریقِ مخالف کو اطلاع دینے کا پابند ہے[9]۔ ریاست کے عام شہری مقاتل نہیں ہوتے۔ عام شہریوں کو تب تک تحفظ حاصل ہے، جب تک کہ وہ جنگ میں حصہ نہ لیں۔ عام شہری، 'ملیشیا کور' یا 'رضا کار فورس جیسی 'بے قاعدہ فوجیں' (Irregular Forces) اگر شریکِ جنگ ہوں تو قانوناً مقاتل کی حیثیت حاصل کرنے کے لیے ہیگ معاہدات کی رو سے درج ذیل چار شرائط کا پایا جانا ضروری ہے:

1. کسی ایسے شخص کے زیر کمان ہوں، جو اپنے ماتحتوں کا ذمہ دار ہو
2. اُن کے لیے دور سے قابل شناخت کوئی مخصوص امتیازی نشان ہو
3. اعلانیہ ہتھیار اٹھانے والے ہوں

---

[7] For principle of distinction between combatants and not-combatants, please see: Rosenblad, *International Humanitarian Law of Armed Conflict, Some Aspects of the Principle of Distinction and Related Problems*, 53–74; Engeland, *Civilian or Combatant? A Challenge for the 21st Century*.

[8] Detter, *The Law of War*, 135.

[9] 1977 Geneva Protocol I, Article 43(3). Please see for more details: Roberts and Guelff, *Documents on the Laws of War*, 411.

4. جنگی قوانین اور جنگی روایات کا پاس رکھنے والے ہوں[10]

'ملیشیا کور' یا 'رضاکارانہ جتھوں' کے شریکِ جنگ ہونے پر جنگی قوانین، حقوق اور فرائض کے اطلاق کے لیے انھی چار شرائط کو جنیوا معاہدات میں بھی برقرار رکھا گیا ہے[11]۔

درج بالا شرائط کی وجہ سے جنگ میں شریک عام گروہ بھی حکماً اور قانوناً مقاتل کہلائیں گے، مقاتلین کو حاصل تمام حقوق کے بھی حقدار ہوں گے۔ جنگ میں اگر دشمن کے ہاتھ لگ گئے تو جنگی قیدی (Prisoners of War) متصور ہوں گے۔ اسی طرح حقوق کے ساتھ ساتھ اِن پر وہ تمام تر ذمہ داریاں بھی عائد ہوں گی جو مقاتلین پر ہوتی ہیں، مثلاً جنگی قوانین اور جنگی روایات کا احترام کرنا وغیرہ۔ بعض حالات میں ایسا بھی ہوتا ہے کہ مذکورہ چار شرائط پوری نہیں ہوتیں، مثلاً "کسی ایسے علاقے کے رہائش پذیر جو ابھی دشمن کے قبضے میں نہ آیا ہو، دشمن کے پہنچنے پر بے ساختہ ہتھیار اٹھا کر حملہ آور فوج کے مزاحم ہوں، جنھیں اپنے آپ کو (1907ء کے معاہدۂ ہیگ IV کے آرٹیکل 1 کی درج بالا شرائط کے مطابق) منظم کرنے کا موقع نہ ملا ہو تو دو شرطوں کے ساتھ اُن کی حیثیت بھی مقاتل کی ہو گی: نمبر 1۔ وہ جنگی روایات اور قوانین کا احترام کرنے والے ہوں، نمبر 2۔ وہ اعلانیہ اسلحہ اٹھا کر پھرتے ہوں"[12]۔

1949ء کے چاروں جنیوا معاہدات کی مشترکہ شق 3 کی رو سے کسی فریق کے افراد بشمول مسلح افواج کے ارکان مسلح تصادم کے دوران فعال حصہ نہ لے رہے ہوں، مثلاً وہ ہتھیار پھینک دیں یا جنگ میں بیمار یا زخمی ہونے یا حراست میں لیے جانے یا کسی بھی وجہ سے جنگی عمل سے باہر (*hors de combat*) ہو گئے ہوں؛ اِن تمام حالات میں رنگ، نسل، مذہب، جنس، شہریت وغیرہ کا امتیاز کیے بغیر تمام افراد سے انسانی سلوک کیا جائے گا۔ کسی بھی قسم کا تشدد، خصوصاً قتل، کسی عضو کو کاٹنا، ظالمانہ طریقۂ علاج، ذاتی وقار کی بے حرمتی، ذلت آمیز رویہ، عزت نفس مجروح کرنا، یرغمال بنانا اور مقدمہ چلائے بغیر پھانسی دینا کسی بھی طور پر اور کسی بھی حالت میں جائز نہ ہو گا۔[13] یہ تمام افعال جنگی جرم شمار ہوں گے۔

---

[10] 1907 Hague Convention IV, Chapter I, Article 1. Please See:
Roberts and Guelff, 48.

[11] 1949 Geneva Convention I & II, Article 13(2); Geneva Convention III, Article 4(2). Please See:
Roberts and Guelff, 176, 199, 218.

[12] 1907 Hague Convention IV, Article 2. See:
Roberts and Guelff, 48.

[13] Roberts and Guelff, 172, 195, 217, 273.

شہری آبادی اور شہری املاک کی حفاظت

بین الاقوامی قانونِ انسانیت کی روشنی میں ہر وہ شخص عام شہری (Civilian) ہے جو جنگ میں کسی بھی اعتبار سے حصہ نہ لے رہا ہو[14]۔ 1977ء کے پہلے اضافی پروٹوکول کے آرٹیکل نمبر 50 کے مطابق اگر کسی شخص کے بارے میں شک پیدا ہو جائے کہ وہ شہری ہے یا مقاتل؟ تو اسے شہری (Civilian) ہی شمار کیا جائے گا[15]۔ اسی طرح اسی اضافی معاہدے کی شق 48 کے تحت جنگ میں شہریوں اور شہری املاک کے تحفظ کی ضمانت دی گئی ہے۔ مسلح تصادم کے فریقین کو چاہیے کہ ہر حالت میں شہریوں اور مقاتلین کے درمیان ، شہری املاک اور فوجی تنصیبات (Military Objects) کے مابین امتیاز رکھتے ہوئے جنگ کا ہدف صرف اور صرف مقاتلین اور فوجی تنصیبات کو بنائیں[16]۔ اسی معاہدے کی شق نمبر 44 (3) کے مطابق جنگی اقدام سے پہلے یا دورانِ جنگ شہری آبادی کو جنگی اثرات سے محفوظ کرنے کے لیے مقاتلین کو چاہیے کہ وہ اپنے آپ کو شہری آبادی سے ممتاز کر لیں[17]۔ اسی معاہدے کی شق 51 (2) فریقین کو پابند کرتی ہے کہ جنگ کے دوران شہری آبادی یا شہری آبادی کے کسی فرد کو حملے کا ہدف نہیں بنایا جائے گا۔ شہری آبادی میں دہشت پھیلانے کے لیے کسی پر تشدد کرنا یا تشدد کی دھمکی دینا ممنوع ہے[18]۔ پہلے اضافی پیروٹوکول کی شق نمبر 51(4) کہتی ہے کہ اندھا دھند حملے، جن کا کوئی متعین فوجی ہدف نہ ہو، یا ایسے لامحدود حملے کہ جن میں فوجی اہداف کے ساتھ ساتھ شہریوں اور شہری املاک کو بھی نشانہ بنایا جائے، ممنوع ہیں[19]۔ اسی معاہدے کی شق نمبر 51 (2) کے مطابق شہریوں کو یہ تحفظ تب تک حاصل رہے گا جب تک وہ جنگوں میں براہِ راست حصہ نہیں لیتے[20]۔

---

[14]For definition of Civilian, please see: 1949 Geneva Convention III, Article 4A (1), (2), (3) and (6). Furthermore, please read: 1977 Geneva Protocol I. for more detail, Please see: Roberts and Guelff, 217,218,411.
[15] Roberts and Guelff, 415.
[16] Roberts and Guelff, 414.
[17] Roberts and Guelff, 411–12.
[18] Roberts and Guelff, 415.
[19] Roberts and Guelff, 415–16.
[20] Roberts and Guelff, 415.

بین الاقوامی قانونِ انسانیت کا عملی اطلاق

بین الاقوامی قانونِ انسانیت کی حد تک جنگ کا ہدف صرف مقاتل ہوگا، جنگ کے دوران ہر عام شہری کو زندگی کا تحفظ حاصل ہے، مگر تاریخی اوراق اس بات پر شاہد ہیں کہ جنگوں کے دوران جنگجوؤں سے کہیں زیادہ عام شہریوں کی ہلاکتیں ہوئی ہیں۔ مثال کے طور پر عراق جنگ میں 2003ء سے اب تک دو تہائی سے کہیں زیادہ عام شہری جنگ کی بھینٹ چڑھ چکے ہیں۔ عام شہریوں کی ہلاکتوں کی تعداد 181916 سے 204133 تک ہے، جب کہ ہلاکتوں کی کل تعداد بشمول مقاتلین 288000 ہے۔ ہلاکتوں کی یہ وہ تعداد ہے جو دستاویزی (Documented) ہے[21]، جو رپورٹ نہ ہو سکیں، خدا جانے اُن کی تعداد کیا ہوگی۔ امریکی جنرل ٹومی فرینکس نے عراق پر حملے کے دوران کہا تھا: "We don't do body counts" کہ ہم لاشوں کو شمار نہیں کرتے[22]۔

اسلام میں مقاتلین اور غیر مقاتلین کے مابین امتیاز

اسلام میں بھی جنگ کے دوران مقاتلین اور غیر مقاتلین کے مابین تمیز کے اُصول کا لحاظ رکھا گیا ہے۔ قرآن مجید میں صراحت کے ساتھ ہے کہ جنگ کو صرف اُن لوگوں تک محدود رکھو جو تم سے برسرپیکار ہیں: وَقَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ[23] "اور تم اللہ کی راہ میں اُن لوگوں سے لڑو، جو تم سے لڑتے ہیں، مگر زیادتی نہ کرو کہ اللہ زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا"[24]۔ اسی طرح قرآن مجید میں یہ بھی وضاحت ہے کہ جو تم سے آمادۂ قتال نہ ہوں، اُن کے خلاف کسی بھی جارحانہ اقدام کی گنجائش نہیں ہے: فَاِنِ اعْتَزَلُوْكُمْ فَلَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ وَاَلْقَوْا اِلَيْكُمُ السَّلَمَ فَمَا جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ عَلَيْهِمْ سَبِيْلًا[25] "لہٰذا اگر وہ تم سے کنارہ کش ہو جائیں اور لڑنے سے باز رہیں اور تمہاری طرف صلح و آشتی کا ہاتھ بڑھائیں تو اللہ نے تمہارے لیے ان پر دست درازی کی کوئی سبیل نہیں رکھی ہے"[26]۔ جنگ کے دوران بچوں اور عورتوں کے قتل کی ممانعت کی نصوص میں علت ہی یہی ہے کہ عام طور پر وہ جنگ میں حصہ نہیں لیتے۔ ایک جنگ

---

[21] I got the data from: https://www.iraqbodycount.org/ on 3rd September 2018..
[22] O'Leary, *How to Get Out of Iraq with Integrity*, 207.
[23] *Al-Quran*, 2:190.
[24] Maudōdī, *Tarjamah e Qur'ān Majēd Ma' Mukhtaṣar Ḥawāshī*, 85.
[25] *Al-Quran*, 4:90.
[26] Maudōdī, *Tarjamah e Qur'ān Majēd Ma' Mukhtaṣar Ḥawāshī*, 239.

میں ایک عورت کی لاش ملنے پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ناراضی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا: مَا كَانَتْ هَذِهِ تُقَاتِلُ فِيمَنْ يُقَاتِلُ[27] "یہ لڑنے والوں کے ساتھ شریک ہو کر لڑائی تو نہیں کرتی تھی"، یعنی اِس کا قتل کیوں کیا گیا ہے؟ دورانِ جنگ تو صرف محاربین (Combatants) کا قتل جائز ہے۔ (امام سرخسی نے اس بات کی صراحت کی کہ عورت کی لاش ملنے والا واقعہ فتح مکہ کے موقع پر تھا)۔[28]

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کسی مہم کے لیے لشکر روانہ فرماتے وقت انھیں جو ہدایات دیتے، اُن میں ایک یہ بھی ہوتی: وَلاَ تَقْتُلُوا وَلِيدًا [29] "چھوٹے بچوں کو قتل نہ کرو"۔ امام سرخسی نے بچوں کے قتل سے ممانعت کی علت یہ بتائی ہے کہ وہ قتال میں حصہ نہیں لیتے۔[30] حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جب شام کی طرف یزید بن ابی سفیان کی سرکردگی میں لشکر روانہ کیا تو انھیں دس باتوں کی نصیحت کی، جن میں پہلی تین باتیں غیر مقاتلین کے قتل کی حرمت سے متعلق تھیں۔ فرمایا: لَاتَقْتُلَنَّ امْرَأَةً، وَلَاصَبِيًّا، وَلَا كَبِيرًا هَرِمًا[31] "نہ کسی عورت کو قتل کرنا اور نہ کسی بچے کو، اور نہ ہی کسی عمر رسیدہ کو"۔

اسلامی قوانین جنگ کے مطابق مذہبی اشخاص مثلاً پادریوں اور راہبوں کا قتل جائز نہیں ہے، کیوں وہ عام طور پر جنگوں میں حصہ نہیں لیتے۔ ارشادِ نبوی ہے: لَا تَقتُلُوا أَصحَابَ الصوَامِعِ[32]

---

[27] Abū ‘Abdillāh Muḥammad ibn Yazīd al-Rab‘ī al-Qazwīnī Ibn Mājah, *Sunan Ibn Mājah*, vol. 2 (Beirut: Dar ihya’ al-Kutub al-’Arabiyah, n.d.), 948, Hadith No.2842.
[28] al-Sarakhsī, *Kitāb al Mabsūṭ*, 10:7.
[29] Abū al-Ḥusayn ‘Asākir ad-Dīn Muslim ibn al-Ḥajjāj ibn Muslim al-Qushayrī an-Nayshāpūrī, *Ṣaḥīḥ Muslim* (Beirut: Dār ul Jēl, n.d.), 5:139, Hadith No.4619.
[30] al-Sarakhsī, *Kitāb al Mabsūṭ*, 10:8.
[31] Mālik ibn Anas, *Al Muwaṭṭa’* (Beirut: Dar ihya’ Turāth al-’Arabī, 1985), 2:447, Bāb Al-Jehad, Hadith No.10.
[32] Ḥafiẓ Abdullah b. Muhammad Ibn Abi Shaybah, *Al Musannaf Fi Al Aḥādith Wa Al Āthār*, vol. 17 (Jeddah: Dar ul Qiblah Muwassisah Uloom e Quran, 2006), 579, Hadith No. 33804.

The Scholar Islamic Academic Research Journal
Vol. 5, No. 1 || January -June 2019 || P. 1-18
https://doi.org/10.29370/siarj/issue8ar1

"تم گرجاؤں کے پادریوں کو قتل مت کرو"۔ یہ مذہبی لوگ عام طور پر رہبانیت اختیار کیے ہوتے ہیں اور گوشہ نشینی کی وجہ سے جنگی سرگرمیوں سے دور رہتے ہیں، تبھی تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے لشکر کو روانہ کرتے وقت امیر لشکر کو نصیحت کی تھی: إِنَّكَ سَتَجِدُ قَوْمًا زَعَمُوا أَنَّهُمْ حَبَّسُوا أَنْفُسَهُمْ لِلَّهِ. فَذَرْهُمْ وَمَا زَعَمُوا أَنَّهُمْ حَبَّسُوا أَنْفُسَهُمْ لَهُ [33] "تمہارا گزر ایسے لوگوں پر ہوگا، جو یہ گمان کرتے ہیں کہ انھوں نے اپنے آپ کو اللہ کے لیے روک رکھا ہے، انھیں چھوڑ دینا (یعنی انھیں قتل نہ کرنا) اور جو وہ گمان کرتے ہیں کہ انھوں نے اپنے آپ کو اللہ کے لیے الگ تھلگ کر رکھا ہے (ان کے اس عقیدے سے تعرض نہ کرنا)"

اگر کوئی مقاتل جنگ کے دوران جنگ سے عاجز آجائے اور جنگی عمل سے باہر ہو جائے تو اُسے اسلامی شریعت میں غیر مقاتل کی طرح زندگی کا تحفظ حاصل ہوگا۔ زخمی یا قیدی ہونے یا جنگ سے راہِ فرار اختیار کرنے کی صورت میں اس کو قتل نہیں کیا جائے گا۔ فتح مکہ کے موقع پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان فرمایا:

أَلاَ! لاَيُجْهَزَنَّ عَلَى جَرِيحٍ، وَلاَ يُتْبَعَنَّ مُدْبِرٌ، وَلاَيُقْتَلَنَّ أَسِيرٌ، وَمَنْ أَغْلَقَ عَلَيْهِ بَابَهُ فَهُوَ آمِنٌ[34]

"خبردار! دیکھو کسی زخمی کو قتل نہیں کیا جائے، پیٹھ دکھا کر بھاگنے والے کا تعاقب کیا جائے نہ کسی قیدی کو قتل کیا جائے اور جو (اپنے گھر میں گھس کر) اپنا دروازہ بند کر لے وہ امان پائے گا"۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ خطاب اہلِ مکہ کے ساتھ خاص نہیں ہے، اس کے الفاظ عام ہیں، اسے اس کے عموم پر برقرار رکھا جائے گا[35]۔ اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہتھیار ڈالنے والے کے لیے بھی زندگی کی ضمانت دی ہے، ارشادِ نبوی ہے: وَمَنْ أَلْقَى سِلاَحَهُ فَهُوَ آمِنٌ[36] "جو اپنے ہتھیار ڈال دے گا، امن پائے گا"۔

---

[33] ibn Anas, *Al Muwaṭṭa'*, 2:447, Bāb Al-Jehad, Hadith No.10.
[34] Abu 'Ubayd Qasim b. Sallām, *Kitāb al-Amwāl*, ed. Khalil Muhammad Hiras (Beirut: Dar ul Fikr, n.d.), 82, Hadith No.159.
[35] al Zuḥaylī, *Āthār al-ḥarb fī al-fiqh al-Islāmī*, 477.
[36] Qasim b. Sallām, *Kitāb al-Amwāl*, 82, Hadith No. 158.

The Scholar Islamic Academic Research Journal
Vol. 5, No. 1 || January -June 2019 || P. 1-18
https://doi.org/10.29370/siarj/issue8ar1

جنگی چالیں اور غدر

بین الاقوامی قانون جنگی چالوں(Ruses of War) کی تو اجازت دیتا ہے، مگر دھوکہ اور غدر(Perfidy) کو جنگی جرم قرار دیتا ہے۔ دشمن کا اعتماد حاصل کرنے کے لیے ہر ایسی کوشش کہ جس کے ذریعے اپنے دشمن کو یقین دلایا جائے کہ اُسے جنگی قوانین کے تحت تحفظ حاصل ہے، مگر اس کوشش سے ارادہ اُسے زخمی کرنے، یا قتل کرنے یا قیدی بنانے کا ہو غدر یا دھوکہ کہلاتا ہے[37]۔ 1977ء کے پہلے اضافی پروٹوکول کی شق نمبر 37 کی رو سے درج ذیل مثالیں دھوکہ اور غدر کے زمرہ میں آتی ہیں:

الف: التوائے جنگ کے جھنڈے تلے مذاکرات کے لیے مصنوعی ارادہ ظاہر کرنا یا ہتھیار ڈالنے کا ڈرامہ کرنا

ب: اپنے آپ کو زخمی یا بیمار ظاہر کرنا

ج: اپنے آپ کو شہری یا غیر مقاتل ظاہر کرنا

د: اقوام متحدہ یا کسی غیر جانب دار ریاست کی یونیفارم یا علامت استعمال کرنا، جنھیں اثنائے جنگ تحفظ حاصل ہے[38]۔

جنگ کے دوران جنگی چالیں(Ruses of War) ممنوع نہیں ہیں۔ اپنے عمل سے دشمن کو گمراہ کرنا یا اسے غیر محتاط عمل پر مجبور کر دینا جنگی چال کہلاتی ہے، جیسے کیموفلاژ کرنا(دشمن کی نظروں سے بچنے کے لیے اپنی ہیئت تبدیل کرنا:Camouflage) وغیرہ، یہ جنگی چال جائز ہے، مگر دشمن کا اعتماد حاصل کرنے کے لیے ایسا عمل کرنا، کہ اُسے لگے کہ اُسے تحفظ حاصل ہے، مگر ارادہ قتل کرنے کا تو یہ دھوکہ ہے، جو ناجائز ہے[39]۔

جنگ کے مقتولین:

کسی بھی مسلح تصادم کے نتیجے میں فریقین میں بسا اوقات ہلاکتیں بھی ہو جاتی ہیں۔ اسلام سے قبل زمانہ جاہلیت میں جنگ میں ہلاک ہونے والے دشمن کی لاشوں کی بے حرمتی کا رواج تھا، جسے مثلہ کرنا کہتے ہیں، مثلاً دشمن کی لاش کے کان، ناک اور ہونٹ وغیرہ کاٹ دیئے، یا کسی بھی اعتبار سے لاش کی بے حرمتی کر دی ۔ اسلام نے دشمن مقاتل کی

[37] Solis, *The Law of Armed Conflict: International Humanitarian Law*, 421. Furthermore, please see Article 37 of 1977 Geneva Protocol I.
[38] Roberts and Guelff, *Documents on the Laws of War*, 409.
[39] Roberts and Guelff, 409.

The Scholar Islamic Academic Research Journal
Vol. 5, No. 1 || January -June 2019 || P. 1-18
https://doi.org/10.29370/siarj/issue8ar1

لاش کی بے حرمتی کی اس قبیح رسم کو ناجائز قرار دیا ہے۔ حدیث قدسی ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: لَا تُمَثِّلُوا بِعِبَادِي[40] کہ میرے بندوں کا مثلہ نہ کرو۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کسی کو لشکر یا سریہ کا امیر مقرر فرماتے وقت اسے جو احکامات دیتے اُن میں یہ بھی ہوتا: وَلَا تَمَثَّلُوا[41] کہ تم لاشوں کی بے حرمتی نہ کرنا۔ اسلام میں تو مردہ جانور کی بے حرمتی روا نہیں تو انسانی میت کی تذلیل کا جواز کیوں کر ہو سکتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جانوروں کا مثلہ کرنے والوں پر لعنت فرمائی ہے: لَعَنَ النَّبِيُّ ﷺ مَنْ مَثَّلَ بِالْحَيَوَانِ[42] نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم لاشوں کی بے حرمتی کرنے سے منع فرماتے تھے، خواہ وہ باؤلے کتے کی ہی کیوں نہ ہو: يَنْهَى عَنِ الْمُثْلَةِ وَلَوْ بِالْكَلْبِ الْعَقُورِ[43] امام سرخسی اپنی کتاب المبسوط میں لکھتے ہیں: وَالْمُثْلَةُ حَرَامٌ[44] کہ لاشوں کی بے حرمتی کرنا حرام ہے۔

جنگی قیدیوں کا تحفظ

تیسرے جنیوا معاہدے کی شق 4 کی ذیلی شق 1 اور 2 کے مطابق مسلح تصادم میں کسی فریق کا مقاتل یا حکماً مقاتل دشمن قوت کے سامنے ہتھیار ڈال دے تو اُسے جنگی قیدی کی حیثیت حاصل ہو گی[45]۔

فوج کے غیر مقاتلین قیدی (Non-Combatant Prisoners of Military)

مسلح افواج عام طور پر مقاتلین اور غیر مقاتلین پر مشتمل ہوتی ہے۔ مسلح افواج کے غیر مقاتلین جیسے وہ اشخاص جو مسلح افواج کے ساتھ تو ہوتے ہیں، لیکن حقیقت میں اُس کا حصہ نہیں ہوتے، وہ سویلین ہوتے ہیں، جیسے ہوائی جہاز کا عملہ، جنگی رپورٹنگ کرنے والے صحافی، سامان فراہم کرنے والے ٹھیکیدار، مزدور وغیرہ، مسلح تصادم کے دوران ان میں سے کوئی بھی شخص فریق مخالف کے ہاتھ لگ جائے تو اسے بھی جنگی قیدی کی حیثیت حاصل ہو گی، بشرطیکہ اُس کے

---

[40] Abū ʿAbdullāh Aḥmad Ibn Muḥammad Ibn Ḥanbal, *Al Musnad* (Beirut: Mowassisat ur Risālah, 2001), 29:98, Hadith No.17557; Abu 'l-Qāsim Sulaymān b. Aḥmad al-Ṭabarānī, *al-Muʿjam al-Kabīr* (Dar ihya' Turāth al-'Arabī, 1983), 22:272, Hadith No699.
[41] al-Qushayrī an-Nayshāpūrī, *Ṣaḥīḥ Muslim*, 5:139, Hadith No. 4619.
[42] Abū 'Abdullāh Muḥammad ibn Ismā'īl al-Bukhārī, *Ṣaḥīḥ al-Bukhārī*, 3rd ed. (Beirut: Dar e Ibn e Kathir, 1987), 5:2100, Hadith No.5196.
[43] al-Ṭabarānī, *al-Muʿjam al-Kabīr*, 1:100.
[44] al-Sarakhsī, *Kitāb al Mabsūṭ*, 10:5.
[45] Roberts and Guelff, *Documents on the Laws of War*, 217–18.

The Scholar Islamic Academic Research Journal
Vol. 5, No. 1 || January -June 2019 || P. 1-18
https://doi.org/10.29370/siarj/issue8ar1

پاس اپنے مجوزہ کام کے لیے فوج کا جاری کردہ اتھارٹی لیٹر مع شناختی کارڈ موجود ہو[46]۔ 1907ء کے ہیگ کنونشن IV کی شق کی 3 کی رو سے "متحارب گروہوں کی مسلح افواج مقاتلین اور غیر مقاتلین دونوں پر مشتمل ہو سکتی ہے، دشمن کے ہاتھوں گرفتاری کی صورتوں میں ہر دو کو یہ حق حاصل ہوگا کہ ان کے ساتھ جنگی قیدیوں والا سلوک کیا جائے"[47]۔

قیدیوں کے ساتھ غیر انسانی سلوک کی ممانعت

تیسرے جنیوا کنونشن کے آرٹیکل 13 میں کسی بھی جنگی قیدی کے ساتھ کسی بھی حالت میں غیر انسانی سلوک کو ممنوع قرار دیا گیا ہے:

> "جنگی قیدیوں کے ساتھ تمام اوقات میں انسانیت پر مبنی سلوک کیا جائے۔ قابض قوت کی کوئی بھی غفلت یا غیر قانونی عمل جو جنگی قیدی کی موت کا سبب بنے، یا اُس کی صحت کو سنگین خطرہ لاحق ہو، ممنوع ہے اور موجودہ کنونشن کی سنگین خلاف ورزی شمار ہوگی۔ بالخصوص کسی قیدی کے ہاتھ پاؤں کاٹنے کی اجازت نہ ہوگی اور نہ ہی اُس پر کسی بھی قسم کا طبّی یا سائنسی تجربہ کیا جا سکتا ہے جس کا طبّی یا اسپتال کے علاج کے اعتبار سے کوئی جواز نہ ہو، ہاں اگر قیدی کے مفاد میں ہو تو ایسے اقدامات کیے جا سکتے ہیں۔ اسی طرح جنگی قیدی کو مکمل طور پر زندگی کا تحفظ حاصل ہوگا، اُس کے خلاف پر تشدد کاروائی کی جائے گی نہ کوئی دھمکی دی جائے گی اور نہ ہی اس کے خلاف ہتک آمیز رویہ روا رکھا جائے گا اور اسی طرح جنگی قیدی کے خلاف انتقامی اقدامات بھی ممنوع ہیں"[48]۔

اسی طرح 1907ء کے ہیگ کنونشن IV کے آرٹیکل 4 میں جنگی قیدیوں کے ساتھ انسانی سلوک کو واجب قرار دیا گیا ہے[49]۔

---

[46] 1949 Geneva Convention III, Article 4(4). Please see: Roberts and Guelff, 218.
[47] Roberts and Guelff, 48.
[48] Roberts and Guelff, 222.
[49] Roberts and Guelff, 48.

The Scholar Islamic Academic Research Journal
Vol. 5, No. 1 || January -June 2019 || P. 1-18
https://doi.org/10.29370/siarj/issue8ar1

جنگ کے اختتام پر جنگی قیدیوں کی آزادی

جنگ کے اختتام پر بغیر کسی تاخیر کے قیدیوں کو آزاد کر کے انھیں وطن واپس بھجوایا جائے گا۔

جنگی قیدی اور اسلام

اسلام سے قبل جنگی قیدیوں کے حوالے سے بین الاقوامی تعامل اُن کو غلام بنانے کا تھا، قابض قوت مقاتلین یا عام شہریوں کے مابین امتیاز کیے بغیر تمام لوگوں کو یا تو ذبح کر دیتی یا پھر غلام بنا لیتی، ثانی الذکر صورت میں اُن کے ساتھ ہر قسم کا ناروا سلوک نہ صرف جائز متصور ہوتا بلکہ ضروری اور واجب خیال کیا جاتا تھا۔ قرآن مجید میں جنگی قیدیوں کے حوالے سے مسلمانوں کو دو باتوں کا اختیار دیا گیا ہے: فدیہ اور احسان

فَاِذَا لَقِيْتُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَضَرْبَ الرِّقَابِ حَتّٰٓى اِذَآ اَثْخَنْتُمُوْهُمْ فَشُدُّوا الْوَثَاقَ فَاِمَّا مَنًّا بَعْدُ وَاِمَّا فِدَاۗءً حَتّٰى تَضَعَ الْحَرْبُ اَوْزَارَهَا[50]

اور جب اُن لوگوں سے تمہارا مقابلہ ہو جنھوں نے کفر اختیار کر رکھا ہے، تو گردنیں مارو، یہاں تک کہ جب تم اُن کی طاقت کچل چکے ہو، تو مضبوطی سے گرفتار کر لو، پھر چاہے احسان کر کے چھوڑ دو، یا فدیہ لے کر، یہاں تک کہ جنگ اپنے ہتھیار پھینک کر ختم ہو جائے[51]۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین کا جنگی قیدیوں کے حوالے سے عمومی طرزِ عمل تو احسان کا رہا ہے، جیسے جنگ حنین میں قبیلہ ہوازن کے چھے ہزار قیدیوں کو بلا معاوضہ رہائی ملی۔ مالی معاوضہ کی مثال غزوۂ بدر کے علاوہ کہیں نہیں ملتی۔

اسلام نے قیدیوں کے ساتھ حسن سلوک کرنے کا حکم دیا۔ قرآن مجید میں ہے:

وَيُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰي حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّيَتِيْمًا وَّاَسِيْرًا اِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ لَانُرِيْدُ مِنْكُمْ جَزَاۗءً وَّلَا شُكُوْرًا[52]

---

[50] Al-Quran, 47:4.
[51] 'Uthmānī, *Āsān Tarjamh e Qur'ān*, 3:1548.
[52] Al-Quran, 76:8-9.

The Scholar Islamic Academic Research Journal
Vol. 5, No. 1 || January -June 2019 || P. 1-18
https://doi.org/10.29370/siarj/issue8ar1

اور وہ لوگ (محض) خدا کی محبت سے غریب اور یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں۔ ہم تم کو محض خدا کی رضامندی کے لیے کھانا کھلاتے ہیں نہ ہم تم سے (اس کا فعلی) بدلہ چاہیں گے اور نہ (اس کا قولی) شکریہ (چاہیں)۔[53]

قیدیوں کے کھانے، پینے اور دیگر ضروریات کی فراہمی کی ذمہ داری اسلامی ریاست پر عائد ہوتی ہے، تمام تر اخراجات بیت المال سے کیے جاتے ہیں۔ ابتدائے اسلام میں چونکہ بیت المال کا کوئی منظم نظام تھا نہ قیدیوں کے لیے قید خانوں کا، اس لیے قیدیوں کو صحابہ کرام کے مابین تقسیم کر دیا جاتا، وہ اُن کے کھانے، پینے، رہائش اور دیگر ضروریات کا بند وبست کرتے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم قیدیوں کو صحابہ کرام کے حوالے کرتے وقت اُن سے حسن سلوک کی ہدایت فرماتے تھے۔ حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بھائی ابو عزیز بن عمیر بیان کرتے ہیں:

كُنْتُ فِي الأُسَارَى يَوْمَ بَدْرٍ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اسْتَوْصُوا بِالأَسَارَى خَيْرًا وَكُنْتُ فِي نَفَرٍ مِنَ الأَنْصَارِ، وَكَانُوا إِذَا قَدَّمُوا غَدَاءَهُمْ وَعَشَاءَهُمْ أَكَلُوا التَّمْرَ وَأَطْعَمُونِي الْخُبْزَ بِوَصِيَّةِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِيَّاهُمْ[54]

"میں بدر کے قیدیوں میں تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیدیوں کے ساتھ حسن سلوک کی ہدایت کی، مجھے انصار کی ایک جماعت کے سپرد کیا گیا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی وجہ سے وہ لوگ صبح اور رات کے کھانے میں خود کھجور پر اکتفا کرتے اور مجھے روٹی کھلاتے"

جنگ میں اگر ایک ہی خاندان کے ایک سے زائد افراد قیدی ہوں تو حسن سلوک کا تقاضا یہ ہے کہ انھیں ایک ساتھ رکھا جائے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود روایت کرتے ہیں:

كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، «إِذَا أُتِيَ بِالسَّبْيِ، أَعْطَى أَهْلَ الْبَيْتِ جَمِيعًا، كَرَاهِيَةَ أَنْ يُفَرِّقَ بَيْنَهُمْ[55]

نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس جب قیدی لائے جاتے تو آپ ایک گھرانہ اکٹھا ہی عطا فرمادیتے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے درمیان جدائی کو ناپسند کرتے تھے۔

عہد نبوی یا عہد خلافتِ راشدہ میں کسی جنگی قیدی کے ساتھ برے سلوک/انسانیت سوز سلوک کی کوئی نظیر نہیں ملتی۔

---

[53] Thānvī, *Al Qur'ān al Karīm Ma' Tarjamah Wa Tafsīr Bayān Ul Qur'Ān*, 756.
[54] al-Ṭabarānī, *al-Muʿjam al-Kabīr*, 22:393, Hadith No977.
[55] Ibn Mājah, *Sunan Ibn Mājah*, 2:755, Hadith No.2248.

The Scholar Islamic Academic Research Journal
Vol. 5, No. 1 || January -June 2019 || P. 1-18
https://doi.org/10.29370/siarj/issue8ar1

خلاصۃ البحث

تقریباً دنیا کے تمام ممالک نے جنیوا معاہدات اور ہیگ کنونشنز ہر دو کی توثیق کر رکھی ہے۔ بلاشک وشبہ یہ معاہدات انسانیت پر مبنی قواعد وضوابط پر مشتمل ہیں۔ مگر انسانی تاریخ کی ستم ظریفی کہیں یا کچھ اور کہ اِن انسانیت پر مبنی قواعد کا عملی اطلاق جنگوں میں نہ ہو سکا ہے۔ اس کی عملی تنفیذ کے لیے ابھی بہت کچھ کرنا باقی ہے، اگرچہ اس ضمن میں انٹر نیشنل کرمنل کورٹ موجود ہے، مگر طاقت ور ممالک خود کو اس سے ماورا تصور کرتے ہیں۔ ضرورت اس امر کی کہ اس انسانیت نواز قانون کے عملی اطلاق و تنفیذ کے لیے دنیا بھر کے تمام ممالک کو مجبور کیا جائے۔

This work is licensed under a Creative Commons Attribution-NonCommercial-ShareAlike 4.0 International (CC BY-NC-SA 4.0)